اولیاء اللہ کے معاشرے پر دینی، علمی وسماجی اثرات

(The religious, educational and

soical impacts of Aulia Allah on society)

وقار باری ①

ڈاکٹر عبید الرحمن ②

Abstract:

In the law of Almighty Allah that whenever the land of Allah and Khilafat is established learned Islamic scholars are sent to preach message of Allah and to rectify the socio activities of the people.

This is also Sunnah of Almighty Allah to choose his messenger for the guidance and instruction of his creation in every era. Although this process has stopped now so Saints of Allah has been advised who are striving for the betterment of mankind one better society is established as a result of the efforts of these aulia Allah who remain busy and worried for the guidance of humanity according to the teachings of Allah. They are called Aulia Allah, who are always busy in preaching the teachings of Islam and conveying the message of Allah to his people in different means and connect them to their creator(Allah). They aulia Allah who follow the teachings of Holy prophet ﷺ and represent them selves as an ideal of teachings of Holy Prophet ﷺ and persuade the humanity to the right path and guidance.

In this concerned enormous highly learned scholars are busy in Masajids, Schools and Islamic institutions for the development of Islam and betterment of society. They are very effective in society for the welfare of people, they are effected form as a preaching of islam and some highly sincere welfare activities with those learned scholars who are alive and teaching and preaching openly and secretly for the betterment of society, who are still alive and busy in welfare work for the people.

keyword:. *Role of Aulia Allah for the development of society welfare of people,effective as a preaching islam.*

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اُس نے ہر زمانے میں اپنے بندوں کی راہنمائی و رشد وہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے، اب چونکہ یہ سلسلہ بند ہو چکا ہے، لہٰذا اب اللہ کے نیک وصالح لوگ بنی نوع انسان کی رشد وہدایت وراہنمائی کے لیے روز وشب مصروف عمل ہیں، انہی علماء کرام وبزرگان دین کی کاوشوں اور انتھک محنت کے نتیجے میں ایک صالح گروہ اور بہترین معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو ہمیشہ تمام بنی نوع انسانوں کے لیے راہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مطابق مصروف عمل رہتا ہے، انہی صالح ونیک گروہ کو اہل اللہ کہتے ہیں جو مختلف

① ریسرچ اسکالر شعبہ اصول الدین، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

② اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اصول الدین' جامعہ کراچی

شکلوں اور صورتوں میں ساری دنیا میں اللہ کا پیغام اُس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور بندے کو اُس کے رب سے جوڑتے ہیں، اُس کے محبوب ﷺ کی تعلیمات کا عملی نمونہ بن کر اُس کی سنتوں کو عملی طور پر اختیار کر کے تمام انسانوں کو راہ ہدایت کی طرف بلاتے اور اُن کی اصلاح کرتے ہیں۔

یہی لوگ پیغام محمدی ﷺ کے امین ہوتے ہیں، یہ گر نہ ہوں تو بنی نوع انسان تاریکیوں میں بھٹکتا رہے، کوئی اُن کو صحیح راہ کا بتلانے والا نہ ہو ہر سو جہالت کے نمونے عام ہوں ہر طرف بے عملی کے سبب انتشار، فساد، بے یقینی بے چینی کا دور دورہ ہو، یہ انھی بزرگان دین کی محنتوں کا ثمر ہے کہ آج ہم ان بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو شاید برسوں کی محنت سے بھی حاصل نہ ہو۔ اللہ والوں کی صحبت میں ذرا سی دیر بیٹھنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کے وہ مقرب و نیک و صالح لوگ ہیں جن کی بدولت انسانیت کو ایک سیدھے سچے اور پر سکون راستے کا پتا چلتا ہے، انھی کی بدولت حقیقت زندگی اور حقیقی معارفت الٰہی کا پتا چلتا ہے اور اس راہ میں آنے والی مشکلات کا حل ملتا ہے۔

معاشرہ پر اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے بہت زیادہ اثرات ہوتے ہیں۔ یہ اثرات تبلیغ اسلام کی صورت میں بھی ہوتے ہیں اور خدمت خلق کی صورت میں بھی۔ یہ اثرات معاشرہ میں امن وامان کے قیام کے لیے بھی ہوتے ہیں اور معاشرہ میں اخوت و بھائی چارہ کی فضا قائم کرنے میں نظر آتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے معاشرے پر اثرات کا معنی ومفہوم

''اولیاء'' عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ لفظ ''ولی'' کی جمع ہے۔ جس کے لفظی معنی ''دوست، مددگار، وارث، مربی، پرورش کرنے والا'' کے ہیں جبکہ ولی اس خدا رسیدہ ہستی کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہو''۔ اسی طرح ''اثرات'' بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور ''اثر'' کی جمع ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں: تاثیر، اپنی ذات میں کسی طرح کی خاصیت رکھنا، باثر ہونا''۔ (۱)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی ''ولی'' کا معنی اس طرح لکھتے ہیں: ولایت کا معنی قرب ہے خواہ یہ قرب جگہ کے اعتبار سے ہو یا نسبت کے اعتبار سے یا دین کے اعتبار سے یا دوستی کے اعتبار سے یا اعتقاد کے اعتبار سے یا نصرت کے اعتبار سے، ولایت کا معنی کسی چیز کا انتظام کرنا بھی ہے، اور ولی بہ معنی فاعل بھی ہے یعنی منتظم اور متصرف اور مفعول کے معنی میں بھی ہے یعنی جو کسی کے زیر انتظام اور زیر تصرف ہو، مومن کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا ولی ہے''۔ (۲)

ولی کا اصلاحی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ مسعود بن عمر تفتازانی لکھتے ہیں:

''ولی وہ مومن کامل ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے، دائمی عبادت کرتا ہے، ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرتا ہے، لذات اور شہوات میں انہماک سے گریز کرتا ہے''۔ (۳)

اولیاء اللہ کی معرفت وپہچان

اللہ تعالیٰ کے وہ خاص ایمان والے مسلمان بندے جو اللہ جل شانہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی محبت واطاعت میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف عمل رہتے ہیں، ان کی ''ولی اللہ'' کہا جاتا ہے۔ اولیاء اللہ نبی کریم ﷺ کے سچے جانشین ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی عبادت و ریاضت کی بدولت اپنی مخلوق میں محبوب بنا دیتا ہے، ان کی بے لوث دعاؤں سے خلق خدا فائدہ اٹھاتی ہے۔ ان کی محبت اور اطاعت دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔ ان سے ملاقات اہل ایمان کے لیے باعث سعادت اور باعث برکات ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ اپنے ولیوں کی شان اور مقام اس طرح بیان فرما رہا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ. لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.

ترجمہ: ''سنو! اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور وہ غمگین ہوں گے اور (اللہ کے ولی وہ ہیں) جو ایمان لائے اور (ہمیشہ) پرہیزگاری اختیار کی، ان کے لیے دنیا (کی زندگی) میں (بھی) بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (۴)

ایک حدیث شریف میں حضورِ اکرم ﷺ نے اولیاء اللہ کی پہچان کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے:۔

ترجمہ: ''(اللہ والوں کی پہچان یہ ہے کہ) ''جب کوئی اُنھیں دیکھ لیتا ہے تو انھیں اللہ یاد آ جاتا ہے''۔ (۵)

تبلیغِ اسلام میں اولیاء اللہ کا کردار اور اثرات

اللہ تعالیٰ کا ہر ولی لوگوں کو دینِ اسلام کی حقانیت اور سچائی کی پہچان کراتا ہے، نیکی و بدی کی تمیز سکھلاتا ہے، اسلامی تعلیمات کا وہ عملی نمونہ پیش کرتا ہے، جس کے نتیجے میں لاتعداد لوگ اسلام اور ہدایت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے معاشرہ پر ہونے والے تبلیغی اثرات پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال (کا سلسلہ) ختم ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع اس کو (مرنے کے بعد بھی) پہنچتا رہتا ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں۔ (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو۔ (۶)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد انسان کا سلسلہ اعمال ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر مرنے والے نے کوئی صدقہ جاریہ کیا ہو مثلاً اس نے کوئی مسجد بنوائی ہو، مدرسہ بنوایا ہو، پانی کی سبیل لگائی یا کوئی کنواں کھدوایا ہو یا کوئی سرائے بنایا ہو تو اس کا ثواب اس کو قیامت تک ملتا رہے گا۔ اسی طرح اگر علم کو عام کیا ہو یعنی اس نے درس و تدریس کی ہو یا کتابیں لکھی ہوں یا کتابیں شائع کروا کر مفت تقسیم کی ہوں، جس سے لوگ فائدہ حاصل کرتے ہوں تو اس کا ثواب بھی اس کو برابر ملتا رہتا ہے۔ یا اس نے اپنے پیچھے ایسی نیک اولاد چھوڑی ہو جو اس کیلئے ختمِ قرآن کر کے یا صدقہ وخیرات کر کے اس کیلئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرتی ہو تو ان اعمال کا ثواب مرنے کے بعد بھی ماں باپ کو ملتا رہتا ہے۔

حضرات علماء کرام اور صوفیہ کرام اس حوالے سے بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ ان کو ہر قسم کے صدقہ ہائے جاریہ کا ثواب تا قیامت ملتا رہے گا چاہے وہ علم کی صورت میں ہو، تلامذہ کی صورت میں ہو، کتابوں کی صورت میں ہو یا مدارس و مساجد کی صورت میں ہو یا دینی خدمات کی صورت میں ہو، ان تمام اعمالِ خیر کا ثواب ان کو تا قیامت ملتا رہے گا اور ان نیکیوں کا شمار ان کے اعمال میں ہوتا رہے گا۔

امام المسلمین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پوری دنیائے اسلام کے مسلّمہ امام ہیں۔ شریعت و طریقت میں آپ کا درجہ نہایت بلند ہے آپ نے جلیل القدر آئمہ دین کی صحبت اختیار کی اور خصوصاً حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث وفقہ کے ساتھ باطنی علوم میں بھی کمال حاصل کیا، آپ خود فرماتے ہیں کہ:

اگر حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کے دو سال نہ ملتے تو نعمان (امام ابوحنیفہ) ہلاک ہو جاتا۔(۷)

آپ نے اپنی زندگی میں دینی اور سماجی میدان میں بہت کارہائے نمایاں انجام دیے۔ آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے مسلم معاشرہ پر انمٹ نقوش اور اثرات پیدا کیے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو کھود رہے ہیں۔ تعبیر رؤیا کے بہت بڑے عالم اور جلیل القدر تابعی امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو انھوں نے خواب کی تعبیر اس طرح بیان فرمائی کہ:

''آپ حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث اور سنن مبارکہ سے ایسے مسائل کا استخراج و استنباط اور ایسے امور کی عقدہ کشائی کریں گے کہ جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب و تعبیر کو اشارۂ غیبی قرار دے کر پوری توجہ اور استغراق سے علم فقہ کی تحصیل شروع کر دی۔(۸)

مایہ ناز مفسر قرآن امام فخر الدین رازی شافعی (متوفیٰ ۶۰۶ھ) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم اخلاق اور اعلیٰ سیرت و کردار کی ایک جھلک پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں زبردست کیچڑ تھی۔ ایک جگہ آپ کے پاؤں کی ٹھوکر سے کیچڑ اڑ کر ایک شخص کے مکان کی دیوار پر جا لگی۔ یہ دیکھ کر آپ بہت پریشان ہو گئے کہ اگر کیچڑ اکھاڑ کر دیوار صاف کی جائے تو خدشہ ہے کہ دیوار کی کچھ مٹی بھی اتر جائے گی اور اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو دیوار خراب ہوتی ہے۔ آپ اسی پریشانی میں تھے کہ صاحب خانہ کو بلایا گیا، اتفاق سے وہ شخص مجوسی (آگ پرست/غیر مسلم) تھا اور آپ کا مقروض بھی تھا۔ آپ کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید اپنا قرض مانگنے آئے ہیں، پریشان ہو کر عذر اور معذرت پیش کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ: ''قرض کی بات چھوڑیں، میں تو اس پریشانی و فکر میں ہوں کہ تمھاری دیوار کو کیسے صاف کروں، اگر کیچڑ کھرچوں تو خطرہ ہے کہ دیوار سے کچھ مٹی بھی اتر آئے گی اور اگر یوں ہی رہنے دوں تو تمہاری دیوار گندی ہوتی ہے''۔ یہ عظیم بات سن کر وہ مجوسی بے ساختہ کہنے لگا کہ: ''حضور! دیوار کو بعد میں صاف کیجیے گا، پہلے مجھے کلمہ طیبہ پڑھا کر میرا دل پاک و صاف کر دیں۔ چنانچہ وہ مجوسی آپ کے عظیم اخلاق و کردار کی بدولت مشرف بہ اسلام ہو گیا''۔(۹)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یکم رمضان المبارک 470ھ/ 1077ء کو قصبہ 'جیلان' میں متولد ہوئے۔ جس کی نسبت سے آپ کو 'جیلانی'' کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے والد محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی یعنی آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والد محترم حضرت شیخ سید ابو صالح موسیٰ المعروف ''جنگی دوست'' اپنے وقت کے ولی کامل تھے اور جنگ و جہاد کے ساتھ بہت زیادہ اُنس و محبت اور ذوق و شوق رکھنے کی وجہ سے ''جنگی دوست'' کے پیارے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اُمّ الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بھی بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون اور اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و زندگی سراپا تقویٰ تھی، آپ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اور زندگی کا ایک ایک گوشہ کتاب و سنت کی پیروی میں گزرا۔ آپ کے شب و روز، قیام و طعام، نشست و برخاست، رفتار و گفتار، لباس و پوشاک، درس و تدریس، وعظ و تقریر، تصنیف و تالیف، پند و نصیحت الغرض آپ کی زندگی کے تمام گوشے اور شعبے اتباع شریعت اور اطاعت رسول ﷺ سے معمور تھے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ 488ہجری/1095ء میں 18 برس کی عمر میں تحصیل علم و معرفت کی غرض سے بغداد شریف میں

جلوہ گر ہوئے اور اس وقت سے لے کر اپنی وفات تک یہی شہر آپ کے علمی و روحانی معمولات اور سرگرمیوں کی جولاں گاہ اور مرکز بنا رہا۔ آپ نے اپنے وقت کے ممتاز علماء کرام، فقہاء اور مشائخ عظام سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ آپ کی علمی قابلیت و صلاحیت کے سامنے عراق اور دوسرے بلادِ اسلامیہ کے بڑے بڑے علماء و مشائخ طفلِ مکتب ہو کر رہ گئے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد اصلاح و تبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے تو مسند شریعت اور مسند طریقت دونوں کو بہ یک وقت زینت بخشی۔ چنانچہ آپ کی علمی اور روحانی کیفیات سے متاثر ہو کر آپ کے پیر و مرشد حضرت ابوسعید مبارک مخزومی نے اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔

پانچویں صدی ہجری تک عالم اسلام میں سیاسی و فکری ضعف اور کمزوری اپنے انتہا کو پہنچ چکی تھی، عہد اموی میں جاہلیت کی رجعت اور بعد کے ادوار میں ''خلق قرآن'' اعتزال، فلسفۂ ملحدانہ اور باطنیت کے فتنوں نے اہل اسلام کے خواص و عوام میں تشکیک اور عملی بے راہ روی کے بیج بو دیئے تھے۔ سابقہ صدیوں میں بھی مصلحین امت (مجددین امت) نے عظیم تجدیدی کام کیا۔ تاہم چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ اسلام کے دو نہایت جلیل القدر، عظیم المرتبت اور بلند پایہ مصلحین امت کے طور پر ابھرے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی فکری تحریک سے اگرچہ تشکیک و الحاد کے فتنے کا سدباب ہو گیا تھا لیکن جمہور امت میں بے یقینی اور بے عملی کے روگ کا مداوا ابھی باقی تھا اور یہ عظیم کام شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ خوبی سرانجام دیا، جنہوں نے اپنے علم و حکمت، روحانیت اور وعظ و خطابت سے اپنے اصلاحی کام کو پوری طرح موثر بنا دیا۔ اس سلسلۂ تبلیغ کے اثرات، عظیم اصلاحی تحریکوں سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئے۔ آپ کی وعظ و تبلیغ کی ہر مجلس میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہو جانے والوں کا تانتا بندھ جاتا۔ آپ کا یہ سلسلۂ مواعظ تقریباً چالیس برس تک جاری و ساری رہا، اس طرح لاکھوں نفوس (جن و انس) آپ سے براہ راست فیض یاب ہوئے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل کے لحاظ سے آفتاب علم تھے بلکہ آپ علوم و معارف کا سمندر تھے، آپ کی ذات سرچشمہ علوم و فیض تھی۔ آپ کی ذات گرامی ایک ایسی زندہ کتاب تھی جس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب وغیرہ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل نہ ہو اور بالخصوص تفسیر قرآن میں آپ کو جو مہارت و ملکہ حاصل تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس، افتاء، تصنیف و تالیف اور خانقاہی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ نے عامۃ الناس کی اصلاح کے لیے وعظ و تبلیغ اور اصلاح و ہدایت کے عظیم کام کی طرف توجہ فرمائی۔ یہ ۵۲۰ھ/ ۱۱۲۷ء کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے پچاس سال کی عمر میں پہلی بار مجلس وعظ منعقد فرمائی۔ آپ ہفتے میں تقریباً تین بار مجلس وعظ منعقد فرماتے تھے۔ آپ کا وعظ کیا ہوتا تھا علم و معرفت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا تھا۔ لوگوں پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھے۔ آپ کا وعظ بڑا پر تاثیر اور دلنشین ہوتا تھا۔ حاضرین مجلس بہت بے قرار اور بے چین ہو جاتے تھے۔ آپ کی مجلس وعظ میں رجال الغیب، جنات، علماء کرام، مشائخ عظام اور ارواح طیبہ کے علاوہ عام سامعین کی تعداد ستر ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی اور آپ کی آواز دور و نزدیک بیٹھے ہوئے سب لوگ یکساں طور پر سنتے تھے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و خطبات اور ارشادات عالیہ میں عجب تاثیر اور دل نشینی تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ: آپ کے وعظ و ارشاد کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں کوئی یہودی اور عیسائی وغیرہ اسلام قبول نہ کرتے ہوں اور رہزن و ڈکیت، خونی و قاتل اور جرائم پیشہ افراد توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ چنانچہ بغداد کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ آپ کے دست مبارک پر توبہ سے مشرف ہو کر ہدایت یافتہ بن گیا اور کثیر تعداد میں ہندو، یہودی اور نصرانی وغیرہ مسلمان ہوئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صرف وعظ و تقریر، پند و نصیحت اور ترغیب و

ترہیب پر ہی اکتفا نہیں فرماتے تھے، بلکہ بڑی صاف گوئی اور جرأت و بہادری کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عظیم فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔

چنانچہ مشہور مورخ حافظ عماد الدین ابوالفدا ابن کثیر "البدایہ والنھایہ" میں رقم طراز ہیں:

"شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خلفاء، وزراء، سلاطین، قضاۃ اور خواص وعوام سب کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرأت کے ساتھ اُن کو بھرے مجمع میں اور برسرِ منبر علی الاعلان ٹوک دیتے تھے اور جو خلیفہ کسی ظالم کو حاکم و گورنر بناتا اس پر اعتراض کرتے اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی تھی"۔(۱۰)

آپ کے وعظ وتبلیغ کی ہر مجلس میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہوجانے والوں کا تانتا بندھ جاتا۔ آپ کا یہ سلسلۂ مواعظ تقریباً چالیس برس تک جاری وساری رہا، اس طرح لاکھوں نفوس (جن وانس) آپ سے براہِ راست فیض یاب ہوئے ہیں۔ قادری مشائخ نے جس جگہ بھی خانقاہی سلسلہ قائم کیا وہاں کی عام ذہنی فضاء، جغرافیائی حالات، بسنے والوں کے رسوم واطوار، عادات وخصائل، اور فکری پس منظر کو پوری طرح نظر میں رکھا۔ علاوہ ازیں روحانی تربیت کے لیے جو اشغال تجویز کیے گئے اس میں بھی اس علاقے کے لوگوں کے مزاج اور ان کے اخلاقی حالات کا خاص لحاظ رکھا گیا۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی تبلیغ اسلام کے ذریعے مسلم معاشرہ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ایک موقع پر "دنیا کی حقیقت" کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع کرنا بھی جائز ہے لیکن اس دولت کو اپنے دل میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازہ پر اس کا کھڑا ہونا جائز، باقی دروازے سے آگے گھسنا ناجائز ہے اور نہ تیرے لیے باعث عزت ہے"۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اس مادیت زدہ زمانے میں اسلام کا ایک معجزہ اور ایک بڑی تائید الٰہی تھی۔ آپ کی ذات وصفات، آپ کی سیرت وکردار، آپ کے علمی وفکری کمالات، آپ کے کلام کی تاثیر، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی قبولیت کے آثار اور خلق خدا میں مقبولیت ووجاہت کے کھلے ہوئے مناظر، آپ کے تلامذہ اور تربیت یافتہ اصحاب کے اخلاق اور ان کی سیرت وزندگی سب دین اسلام کی صداقت کی بین دلیل اور واضح ثبوت تھا۔ آپ کے دس صاحبزدگان جنھوں نے آپ سے ظاہری اور باطنی علوم سے فیض حاصل کرکے خلق خدا کو بے انتہا فائدہ پہنچایا، ان صاحبزگان کے علاوہ آپ کے ۵۷ کے قریب نامور خلفاء نے سلسلہ قادریہ میں آپ سے خلافت حاصل کی، اور بے شمار مریدین نے بھی آپ سے شریعت وطریقت کا خرقہ پہنا اور پوری دُنیا میں اسلام کا نام روشن کیا۔ اس کے علاوہ سلسلہ قادریہ انہی صاحبزگان اور خلفاء ومریدین کی بدولت معاشرے میں لوگوں کی اصلاح اور لوگوں کے تذکیہ نفس کے لئے معاون ومددگار ثابت ہوا۔(۱۱)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک تشنگان علم ومعرفت کو اپنے کمالات ظاہری وباطنی سے فیض یاب کرکے مشہور قول کے مطابق 11 ربیع الثانی 561ھ 1166ء کو تقریباً 91 سال کی عمر میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر فرمایا۔۔۔۔۔ آپ کا مزار پرانوار بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے علوم ظاہری وباطنی کے لیے اپنے وقت کے جلیل القدر اور بے بدل علماء کرام اور مشائخ عظام سے اکتساب علم ومعرفت کیا اور خاص کر اپنے شیخ طریقت حضرت ابوالفضل محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ ایسے جلیل القدر بزرگ سے استفادہ کیا اور انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت سے شرف یاب ہوئے۔ آپ نے تصوف وطریقت کے تمام اسرار ورموز ان کی صحبت میں رہ کر سیکھے اور تصوف وطریقت کی تمام منازل سلوک بھی ان

تی کی صحبت میں رہ کر پوری کیں اور انہوں نے ہی آپ کو خلعتِ خلافت سے بھی نوازا۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کا بیشتر حصہ روحانی تجربات اور تزکیہ نفس کی خاطر سیر و سیاحت میں گزارا۔

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت حضرت ابوالفضل محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز آپ کو یہ حکم دیا کہ تبلیغ اسلام اور تعلیم تصوف و طریقت اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر لاہور چلے جائیں۔ چنانچہ آپ نے فوراً حکم کی تعمیل فرمائی اور مستقل طور پر لاہور میں سکونت اختیار فرمائی اور اس دوران ہزاروں غیر مسلموں کو دین اسلام کی طرف مائل کیا اور اُن کو اسلام کی عظیم اور لازوال دولت سے روشناس کیا۔ چنانچہ ہزارہا غیر مسلم آپ کی تبلیغ سعید سے متاثر ہو کر فوج در فوج مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کی صحبت کاملہ کی برکت سے بہت خوش نصیب مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے۔

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں جلوہ فرمانے کے بعد اپنا تمام وقت تبلیغ اسلام اور تصنیف و تالیف میں صرف فرمایا۔ تبلیغ اسلام کا جو عظیم فریضہ آپ نے شروع فرمایا تھا، اس کو بعد میں آنے والے صوفیہ کرام نے اپنے پاکیزہ اور اعلیٰ کردار سے اسلام کی سچی اور پاکیزہ تصویر پیش کر کے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ جملہ اسلامی علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے اور علم و فضل میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ آپ نے لوگوں کی دینی رہنمائی اور معلومات کے لیے شعبہ تصنیف و تالیف کو بھی زینت بخشی اور کئی کتب تصنیف فرمائیں، اس میں چند مشہور ترین کتابوں کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) کشف المحجوب (۲) منہاج العابدین (۳) نحو القلوب (۴) شرح کلام منصور (۵) کتاب فنا و بقا (۶) الایمان

(۷) دیوان (۸) الرعایت بحقوق اللہ (۹) اسرار الخرق والمونات (۱۰) کتاب البیان لاہل العیان

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہزاروں افراد کو اسلام کی عظیم اور لازوال دولت اور علمی و روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرما کر ۱۹ صفر المظفر ۴۶۵ھ مطابق ۱۰۷۲ء کو اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ آپ کا مزار اقدس لاہور میں مرجع خلائق ہے اور سرچشمہ فیوض و برکات ہے۔

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے لاہور کو ''داتا کی نگری'' بھی کہا جاتا ہے۔ جب سلطان الہند خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ لاہور رونق افروز ہوئے تو

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چالیس دن تک اعتکاف کیا اور چلہ کشی فرمائی اور جب یہاں سے رخصت ہونے لگے تو آپ کو جو یہاں سے فیوض و برکات، سلوک و معرفت کے مراتب عالیہ اور علمی و روحانی فیض ملا اس کو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک شعر میں کچھ یوں بیان فرما دیا ہے۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را راہنما

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو اتنی شہرت ہوئی کہ اس کے بعد لوگوں نے حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ''داتا گنج بخش'' کے نام سے مشہور و موسوم کر دیا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ 14 رجب المرجب 536ھ/ 1141ء کو پیر کے دن قصبہ ''سجستان'' میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت سیدنا خواجہ غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ علم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار، اپنے عہد کے بہت برگزیدہ اور کامل ولی اللہ تھے۔ جب کہ آپ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی ماہ نور رحمۃ اللہ علیہا بھی اپنے وقت کی بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون اور ولیہ کاملہ تھیں۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ والد کی طرف سے ''حسینی'' اور والدہ کی طرف سے ''حسنی'' سید یعنی آپ ''نجیب الطرفین سید'' ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب تیرھویں پشت میں خلیفہ چہارم اور داماد رسول ﷺ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

حضرت خواجہ سید معین الدین بن سید غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر بن امام محمد باقر بن علی بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مقتدائے زمانہ ہستیوں سے علوم دینیہ یعنی علم قرآن، علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ، علم منطق اور علم فلسفہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے علم ظاہری کے حصول میں تقریباً چونتیس (۳۴) برس صرف کیے، جب کہ علوم دینیہ کے حصول سے فارغ ہونے کے بعد علم معرفت وسلوک کی تمنا آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کشاں کشاں لے جاتی رہی۔

چنانچہ عراق عجم (ایران) میں پہنچ کر علم معرفت وسلوک کی تحصیل کیلئے آپ نے مرشد کامل کی تلاش کی اور گوہر مقصود بالآخر آپ کو نیشاپور کے قصبہ ''ہارون'' میں مل گیا۔ جہاں آپ حضرت خواجہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ ایسے عظیم المرتبت اور جلیل القدر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک پر شرف بیعت سے فیض یاب ہوئے۔ حضرت شیخ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ نے نہ صرف آپ کو دولت بیعت سے نوازا بلکہ آپ کو خرقۂ خلافت بھی عنایت فرمایا اور آپ کو اپنا خاص مصلّٰی (جائے نماز)، عصا اور پاپوش مبارک بھی عنایت فرمایا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد کے ہمراہ بیس سال تک رہے اور بغداد شریف سے اپنے شیخ طریقت کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کا مبارک سفر اختیار فرمایا۔ چنانچہ اس مقدس سفر میں اسلامی علوم وفنون کے عظیم مراکز مثلاً بخارا، سمرقند، بلخ، بدخشاں وغیرہ کی سیروسیاحت کی۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ پہنچ کر مناسک حج ادا کر کے حضرت خواجہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر بارگاہ خداوندی میں اپنے ہاتھ پھیلا کر یوں دُعا فرمائی:

''اے میرے پروردگار! میرے معین الدین حسن کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما''! اسی وقت غیب سے آواز آئی: ''معین الدین! ہمارا دوست ہے، ہم نے اسے قبول فرمایا اور عزت وعظمت عطا کی''۔

یہاں سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر مدینہ منورہ میں بارگاہ مصطفوی ﷺ پہنچے اور آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کیا...... الصلوٰۃ والسلام علیکم یا سید المرسلین وخاتم النبیین۔ روضہ اقدس سے یوں جواب عنایت ہوا...... وعلیکم السلام یا قطب المشائخ...... حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے سلام کا جواب اور قطب المشائخ کا خطاب سن کر بہت ہی خوش ہوئے۔

چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سیروسیاحت کرتے کرتے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے اور اولیاء کرام کی زیارت وصحبت کا فیض حاصل کرتے ہوئے جب لاہور تشریف لائے تو یہاں حضور داتا گنج بخش سید علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضری دی اور چالیس دن تک معتکف بھی رہے اور یہاں بے بہا انوار وتجلیات سے فیضیاب ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی انقلاب آفرین شخصیت ہندوستان کی تاریخ میں ایک نہایت ہی زریں باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کے اس دور میں جہاں ایک طرف آپ کی توجہ اور تبلیغی مساعی سے ظلمت کدہ ہند میں شمع اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی، دلوں کی تاریکیاں ایمان ویقین کی روشنی میں تبدیل ہو رہی تھیں، لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ تو دوسری طرف ہندوستان میں مسلمانوں کا

سیاسی غلبہ بھی بڑھ رہا تھا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں شامل سلطان شہاب الدین غوری اور اُن کے بعد سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش ایسے بالغ نظر، بلند ہمت اور عادل حکمران سیاسی اقتدار کو مستحکم کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ اسلام، احیائے دین وملت، نفاذِ شریعت اور تزکیۂ قلوب واذہان کا اہم ترین فریضہ جس موثر اور دل نشین انداز میں انجام دیا، وہ اسلامی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد تو اس ملک کی کایا ہی پلٹ گئی۔ لاکھوں غیر مسلم آپ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ قرآن وسنت کا قابل رشک نمونہ تھی۔ آپ کی تمام زندگی تبلیغ اسلام، عبادت و ریاضت اور سادگی وقناعت سے عبارت تھی۔ آپ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام میں گزارتے تھے۔ آپ مکارمِ اخلاق اور محاسن اخلاق کے عظیم پیکر اور اخلاقِ نبوی ﷺ کے مکمل نمونہ تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ غرباء اور مساکین کے لیے سراپا رحمت وشفقت کا مجسمہ تھے اور غریبوں سے بے مثال محبت وشفقت کی وجہ سے دنیا آپ کو ''غریب نواز'' کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی اور زہد وقناعت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی خدمت عالیہ میں جو نذرانے پیش کیے جاتے وہ آپ اسی وقت فقراء اور غرباء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ سخاوت و غریب نوازی کا یہ حال تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ آپ بڑے حلیم و بردبار، منکسر المزاج اور بڑے متواضع تھے۔

آپ کے پیش نظر زندگی کا اصل مقصد تبلیغ اسلام اور خدمت خلق تھا۔ آپ کے بعض ملفوظاتِ عالیہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ آپ بڑے صاحب دل، وسیع المشرب اور نہایت دردمند انسان تھے۔ آپ عمیق جذبہ انسانیت کے علمبردار تھے۔ آپ اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ وہ اپنے اندر دریا کی مانند سخاوت وفیاضی، سورج ایسی گرم جوشی وشفقت اور زمین ایسی مہمان نوازی اور تواضع پیدا کیا کریں۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کو اپنی محبت عطا فرماتا ہے اور وہ بندہ اپنے آپ کو ہمہ تن اور ہمہ وقت اس کی رضا وخوشنودی کے لیے وقف کر دیتا ہے تو خداوند قدوس اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر بن جائے''۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومنصب کا اندازہ اس بات سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے ''قطب المشائخ'' کا لقب عطا ہوا۔ آپ نے دین حق کی تبلیغ کا مقدس فریضہ نہایت شاندار طریقے سے سرانجام دیا۔ آج ہندوستان کا گوشہ گوشہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین ومعتقدین کو اشاعت اسلام اور رشد وہدایت کی مشعل روشن کرنے کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں روانہ کیا تاکہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ اسلام کی ضیاء پاشیوں سے روشن وتاباں ہو جائے۔ آپ نے اپنے عظیم کردار اور اچھے اخلاق سے بہت جلد غیر مسلموں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور وہ فوج در فوج اسلام قبول کرنے لگے اور یوں انتہائی قلیل مدت میں اجمیر شریف اسلامی آبادی کا عظیم مرکز بن گیا اور آپ کے حسنِ اخلاق سے آپ کی غریب نوازی کا ڈنکا چہار دانگ عالم بجنے لگا۔ یہ تھا ایمان ویقین اور علم وعمل کا وہ کرشمہ اور کرامت جو ایک مردِ مومن نے سرزمین ہند پر دکھائی اور جس کی بدولت اس ملک میں جہاں پہلے ''ناقوس'' بجا کرتے تھے، اب وہاں جگہ جگہ ''صدائے اللہ اکبر'' گونجنے لگی۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اثر آفرین جدوجہد سے اس وسیع وعریض ملک کے باشندوں کو کفر وشرک اور گمراہی وضلالت

کے زنداں سے آزاد فرمایا۔ تبلیغِ دینِ حق کے لیے آپ سراپا عمل بن کر میں میدان میں آئے اور محکم استقامت کا بے نظیر ثبوت دیا اور لوگوں کو اسلام، حق و صداقت اور علم و عمل کی دعوت دی، لاکھوں افراد آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کے دل درست عقائد، عملِ صالح اور پاکیزہ اخلاق کے نشیمن بن گئے اور اصلاحِ معاشرہ کی تحریک کو روز افزوں استحکام نصیب ہوا۔ (۱۲)

یوں تو ہزاروں کرامتیں آپ سے ظہور پذیر ہوئیں اور آفتاب و مہتاب بن کر نمایاں ہوئیں لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ کے انقلاب آفرین جدوجہد اور اثر آفرین تبلیغِ اسلام کے طفیل ہندوستان میں دینِ اسلام کی حقانیت و صداقت کا بول بالا ہوا۔ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ابدی سلطنت نے اجمیر شریف کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بہشتِ عقیدت اور جنتِ معرفت بنادیا۔ آپ کے فیضِ باطنی سے اسلام کا آفتاب ہندوستان میں طلوع ہوا تو لاکھوں غیر مسلم آپ کی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تقریباً 45 برس تک آپ اجمیر شریف میں حیاتِ ظاہری کے ساتھ مخلوقِ خدا کو فیض یاب فرماتے رہے۔

ہندوستان میں اشاعتِ اسلام اور رشد و ہدایت کی شمع روشن کرنا آپ کا سب سے تاریخی اور عظیم کارنامہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کی اہمیت اور اس پر اجر و ثواب کو اس طرح اجاگر اور واضح فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب له مثل اجر من عمل بها۔

ترجمہ: جس نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس کے نامہ اعمال میں بھی اس طرح اجر لکھ دیا جائے گا جیسا کہ عمل کرنے والے کے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا"۔ (۱۳)

چنانچہ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق آپ کی دعوت و تبلیغ، سیرت و کردار اور کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے دنیا میں جس قدر مسلمان ہوئے اور آئندہ قیامت تک جتنے مسلمان ہوں گے اور اُن مسلمانوں کے ہاں جو مسلمان اولاد پیدا ہوگی، اُن سب کا اجر و ثواب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی روحِ پر انوار کو پہنچتا رہے گا، کیونکہ یہ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے کہ جس کا اجر و ثواب قیامت تک ملتا رہے گا۔

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے دہلی تشریف لے گئے، جہاں اس دور میں ہر طرف کفر و شرک اور گمراہی کا دور دورہ تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے یہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا اور پھر اپنے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے متعین فرما کر خود حضور سید عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق اجمیر جانے کا قصد فرمایا، آپ کی آمد سے نہ صرف اجمیر بلکہ پورے ہندوستان کی قسمت جاگ اٹھی۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف رونق افروز ہوئے تو اُن دنوں وہاں پر ہندو راجہ پرتھوی کی حکمرانی تھی۔ آپ کی آمد پر وہاں کا حاکم راجا پرتھوی راج اور ہندو جوگیوں اور جادوگروں نے سخت مزاحمت کی کہ آپ اجمیر کو اپنا مرکز و مسکن نہ بنائیں، لیکن آپ کو تو بہ طورِ خاص اسلام و ہدایت کی شمع روشن کرنے کے لیے یہاں بھیجا گیا تھا، پھر آپ اپنے عظیم مقصد اور مقدس مشن سے کیسے باز آسکتے تھے۔ آپ کی مخالفت ہوتی رہی اور مقابلہ بھی ہوتا رہا، بد سے بدتر اور سخت سے سخت تر بھی سامنے آتے رہے لیکن آپ اپنے عظیم مقصد و مشن میں لگے رہے اور بالآخر کامیابی نے آپ ہی کے قدم چومے۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے میں راجہ پرتھوی راج کے سب سے بڑے مندر کا سب سے بڑا پجاری "سادھو رام" سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس کے بعد اجمیر کے مشہور جوگی "جے پال" نے بھی اسلام قبول کرلیا اور یہ دونوں بھی دعوتِ اسلام و ہدایت اور اسلامی و روحانی مشن کی تبلیغ و اشاعت میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے ساتھ ہوگئے۔

راجا پرتھوی کے عبرت ناک قتل اور ذلت آمیز شکست اور سلطان غوری و لشکرِ اسلام کی عظیم الشان اور تاریخی فتح کے نتیجے میں ہزاروں لوگ فوج در فوج اسلام قبول کرنے لگے۔ یوں اجمیر شریف میں سب سے پہلے اسلامی پرچم سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے نصب فرمایا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے روحانی سلسلے سے وابستہ جلیل القدر ہستیوں میں: حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت علاء الدین علی بن احمد صابر کلیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ شامل ہیں۔ یہ برگزیدہ اور عظیم المرتبت بزرگ اپنے وقت کے ولی کامل اور باکرامت اولیاء اللہ ہوئے۔ ان حضرات نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی جلائی ہوئی شمع توحید سے نہ صرف خود روشنی حاصل کی بلکہ کروڑوں لوگوں کو اس شمع توحید کی ضیاء پاشیوں سے فیض یاب کیا، جس کی بدولت آج چہار عالم روشن و تاباں ہیں۔ چناں چہ خانقاہ چشتیہ سلیمانیہ تونسہ شریف، گولڑا شریف، سیال شریف، مکھڈ شریف، چشتیاں شریف وغیرہ کی خانقاہوں کے چراغ اسی شمع کی بدولت روشن ہیں اور دوسروں کو بھی نور ایمان و ایقان اور نور علم و معرفت سے روشن کر رہے ہیں۔

المختصر یہ ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک مشارق و مغارب میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے۔ رشد و ہدایت کی شمع جلاتے رہے۔ علم و معرفت کو چہار سو پھیلاتے رہے۔ لاکھوں افراد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ لاتعداد لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ ہزاروں کو رشد و ہدایت کا پیکر بنایا۔ الغرض یہ کہ آپ کی ساری زندگی امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے گزری۔ بالآخر یہ عظیم پیکر علم و عرفاں، حامل سنت و قرآں، محبوب یزداں، محب سرور کون و مکاں، شریعت و طریقت کے نیر تاباں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ 6 رجب المرجب 633ھ/ 1236ء کو غروب ہو کر واصل رب دو جہاں ہو گیا۔

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت آپ کا وصال ہوا، آپ کی پیشانی مبارک پر نورانی خط میں تحریر تھا.....مَاتَ حَبِیْبُ اللّٰہِ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ.....یعنی اللہ کا دوست، اللہ کی محبت میں وصال فرما گیا۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اجمیر شریف (انڈیا) میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مزار پر انوار پر صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب کے بھی لاکھوں افراد بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ اجمیر شریف میں آپ کی درگاہ عالیہ آج بھی ایمان و یقین اور علم و معرفت کے نور برساتی ہے اور ہزاروں خوش نصیب لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک مشہور روایت کے مطابق تقریباً نوے لاکھ (۹۰ لاکھ) غیر مسلم اسلام کی دولت سے فیض یاب ہو کر مسلمان ہوئے۔ آپ نے دین حق کی تبلیغ کا مقدس فریضہ نہایت شاندار طریقے سے سرانجام دیا۔ آج ہندوستان کا گوشہ گوشہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہے۔

سید محمد بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔ آپ کی ولادت محرم ۷۱۸ ہجری میں قصر عارفاں بخارا سے ایک فرلانگ دور ایک قصبے میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کو حضرت بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی پیدائش سے متعلق بشارت دی تھی۔ آپ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی سلسلہ سے وابستہ ایک عظیم المرتب شخصیت ہیں، آپ ہی سے سلسلہ نقشبندیہ کا آغاز ہوا۔ (۱۴)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑا رتبہ عطا کیا تھا۔ آپ مقتدائے شریعت اور پیشوائے اہلسنت تھے۔ آپ نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے علم معرفت اور باطنی علوم میں اکتساب فیض کیا۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے پہلے آپ کے خاندان میں ذکر خفی اور ذکر جہری دونوں ہوتے تھے مگر خواجہ صاحب کو غیب سے حکم ہوا تو آپ ذکر خفی پر مامور کیے گئے ہیں جس کے بعد آپ نے ذکر جہری سے پوری طرح اجتناب کیا۔ سلسلہ نقشبند سے وابستہ صوفیہ کرام ذکر خفی کرتے ہیں اور ذکر جہری سے اجتناب کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: امت تین طرح کی ہے۔ ایک امت دعوت یعنی تمام لوگ مسلم اور غیر مسلم۔ دوسری امت اجابت یعنی مسلمان اور تیسری امت

متابعت ہے جنھوں نے حضور سید عالم ﷺ کی کامل پیروی کی ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ کرامت طلب کی تو فرمایا، میری یہی کرامت ہے کہ گناہگار ہونے کے باوجود نہ تو زمین مجھے نگلتی ہے اور نہ مجھ پر آسمان سے عذاب نازل ہوتا ہے۔ بخارا میں ایک عالم نے آپ سے سوال کیا کہ نماز میں حضوری کس طرح حاصل ہوتی ہے، فرمایا کہ: ''طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے اور یوں تمام اوقات اور بالخصوص نماز میں حضوری حاصل ہوتی ہے۔ میں حضوری کس طرح حاصل ہوتی ہے، فرمایا کہ: ''طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے اور یوں تمام اوقات اور بالخصوص نماز میں حضوری حاصل ہوتی ہے۔

آپ نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روحانی فیض حاصل کیا ہے۔ جب حضرت امیر کلال نے اپنے آخری وقت میں اپنے تمام مریدوں کو آپ کی پیروی کا حکم دیا تو انھوں نے عرض کی کہ خواجہ بہاء الدین ذکر جہری میں آپ کی متابعت نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ

خواجہ صاحب پر جو کچھ گزرتا ہے وہ حکمت الٰہی پر مبنی ہے ان کا اس میں کچھ اختیار نہیں ہے، پھر آپ نے یہ مصرع پڑھا

اے ہمہ تو من کیم چنانکہ دانی داری

جو کچھ ہے سو تو ہی تو ہے میں کیا چیز ہوں، جیسا کہ تو مناسب جانتا ہے رکھتا ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و فرمودات:۔

ا۔ وقوف قلبی اور وقوف عددی میں اختیار کے ساتھ آنکھیں بند نہ کرنی چاہئیں کہ وہ سبب اطلاع خلق ہے۔

۲۔ جو شخص صبح و شام ذکر میں مصروف رہتا ہے وہ غافلوں میں سے نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ ذاکروں میں سے ہوتا ہے۔

۳۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے جبکہ ہمارے خواجگان کا اصول ہے کہ

خلوت در انجمن و سفر در وطن و ہوش در دم و نظر بر قدم

۴۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ظاہر با خلق و باطن با حق

۵۔ حقیقت اخلاص بعد فنا حاصل ہوتی ہے جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں۔

۶۔ ذکر رفع غفلت کا نام ہے جس وقت غفلت رفع ہوگئی تو ذاکر ہے اگرچہ ساکت ہو۔

۷۔ آپ نے فرمایا ارباب ارشاد تین قسم کے ہیں، ا۔ کامل ۲۔ کامل مکمل ۳۔ مقلد کامل

کامل نورانی ہے مگر نور بخشش نہیں ہے، کامل مکمل نورانی و نور بخش ہے، اور مقلد کامل وہ ہے جو بحکم شیخ کام کرے۔

۸۔ اگر تو بقدر پلک جھپکانے کے اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگا تو باقی تمام عمر اس نقصان کا تدارک نہ کر سکے گا۔ (۱۵)

۹۔ رعایت وقوف قلب ہر حالت میں ہونی چاہیئے یعنی نماز میں، دیگر عبادات میں، قرآن شریف لکھنے پڑھنے، روزمرہ کے کاموں میں چلنے پھرنے و دیگر کاروبار زندگی میں کسی بھی صورت غافل نہ ہو۔

خواجہ خواجگان شاہ نقشبندان سید محمد بہاؤالدین بخاری کا وصال ۳ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ بروز پیر ہوا۔ وصال کے آخری وقت آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کافی دیر تک دُعائیں مانگیں۔ آپ کا مزار مبارک قصر عارفاں میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی ہیں۔ آپ ۵۳۶ ہجری میں عراق کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ابو الحسین ہے، آپ کی ولادت کے باعث اس قصبے کو چار دانگ عالم شہرت اور عظمت نصیب ہوئی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اوّل امیر المومنین حضرت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کے والد احمد بن یزید بن رویم نہایت نیک و پرہیزگار شخصیت کے حامل تھے، آپ ایک جید عالم اور ظاہری و باطنی علوم میں نہایت مہارت رکھتے تھے۔ آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت اور معرفت وسلوک کی منازل اپنے چچا شیخ ابونجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں طے کیں۔ آپ کے چچا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے والے تھے، ایک دن وہ آپ کو لے کر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شہاب الدین علم الکلام سے بہت شغف رکھتا ہے۔ مدعا یہ تھا کہ بھتیجے کو کلامی بحثوں میں الجھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مقام حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اور پھر فرمایا اے پسر علم کلام سے کچھ یاد ہے، جب آپ نے کچھ بتانا چاہا تو کچھ بھی یاد نہ رہا گویا سب کچھ جیسے بھول گئے ہوں پھر ان سے کتابوں کے نام دریافت کیے وہ بھی آپ کو کچھ یاد نہ آئے، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور پھر اپنا دست مبارک آپ کے سینے پر رکھا تو علم الکلام کے سارے مسائل بھول گئے اور قلب باطنی علوم و فیوض سے منور ہو گیا۔ (۱۶)

حضرت شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیج فارس کے جزیرہ عبادان میں گوشہ نشینی اختیار کی اور عرصہ دراز تک اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت و بندگی اور معرفت و ریاضت میں مشغول رہے۔ یہاں رہتے ہوئے ابدال کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے۔

شیخ نجم الدین جو کہ آپ کے نامور خلیفہ تھے آپ کی صحبت کے دوران ایک واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے شیخ کے پاس مراقبہ میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک پہاڑ پر موجود ہیں اور آپ کے پاس سونے جواہرات کا خزانہ موجود ہے جسے آپ پہاڑ کے نیچے ضرورت مندوں کو ان کی طلب کے مطابق تقسیم کر رہے ہیں، مگر جس قدر تقسیم کرتے جاتے ہیں خزانہ ویسا کا ویسا ہی رہتا ہے کم نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے جب یہ روداد آپ کے عرض گزار کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا تم نے جو دیکھا ہے وہ صحیح ہے، یہ سب کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کی بدولت ہے۔

اسی طرح آپ کے پاس جو بھی مال و اسباب کسی بھی صورت میں آتا آپ وہ فوری طور پر ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ لہذا آپ کے وصال کے وقت جب آپ صاحبزادے عماد الدین نے مال و اسباب دیکھے تو صرف چھ دینار آپ کے پاس تھے وہ بھی آپ کی تدفین میں خرچ کر دیئے گئے۔ (۱۷)

آپ اپنے چچا شیخ ابونجیب سہروردی کی وفات کے بعد ان کے جانشین اور مسند نشین ہوئے اور دعوت رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہزاروں لوگوں کو اسلام اور ہدایت کے راستے پر گامزن کیا۔ ہزاروں لوگ آپ کی صحبت اور ہدایت کے فیض سے منور ہوئے اور اپنی سابقہ گمراہانہ زندگی سے تائب ہو چکے پکے سچے مسلمان ہوئے۔ اسلام کی تبلیغ اور ترویج کے حوالے سے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اشاعت اسلام کے سلسلے میں پاپیادہ ہزار کوس سے زیادہ چلا ہوں۔ بعض اوقات خرچ کی اس قدر تنگی ہوتی کہ تین دن تک کھانے پینے کو کچھ بھی نہیں ملا۔ کبھی کبھار ایسا بھی اتفاق ہوا کہ رات دن مسلسل سفر کرنا پڑتا۔ چوبیس چوبیس گھنٹے تک پانی کا ایک قطرہ تک میسر نہ آتا لیکن الحمدللہ عزم و استقلال ہر حال میں قائم رہا اور خدمت دین جاری رہی۔

آپ نے لوگوں کی رشد و ھدایت کے لئے قلم کا سہارا بھی لیا، لوگوں کے تزکیہ نفس کے لئے تصوف پر ایسی گراں قدر کتب لکھیں جو رہتی دنیا تک سالکین کے لئے مشعل راہ ثابت ہونگی، آپ نے بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مگر ان سب میں زیادہ معرکتہ الآراء اور مقبول کتاب عوارف المعارف ہے جو صدیوں سے سالکین کے دلوں میں آباد ہے اس کتاب میں تصوف کے حوالے سے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے متعلق حضرت مولانا جامی فرماتے ہیں کہ

عوارف را در مکہ مبارکہ تصنیف کردہ است۔ ہرگاہ کہ بروے امرے مشکل شدے بخدائے تعالیٰ بازگشت و طواف خانہ کردے و طلب توفیق کردے

دررفع اشکال ودانستن آنچہ حق است ۔

ترجمہ: آپ نے عوارف کو مکہ مکرمہ میں تصنیف فرمایا، دوران تصنیف جب بھی آپ کو کوئی مشکل پیش آئی، آپ اللہ تعالی کی طرف رجوع فرماتے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور اس مشکل کے حل کے لئے توفیق الہی کے طلبگار رہوتے ۔ (۱۸)

آپ اپنی اس معرکتہ الآراء تصنیف کے بابت بیان کرتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھنے کی وجہ فی زمانہ تصوف کے حوالے سے لوگوں کے دلوں میں پایا جانے والا ابہام ہے، لوگ ظاہری شکل وصورت کو ہی تصوف سمجھتے ہیں، چاہے ان کے اندر عارفین کی خصوصیات موجود ہی نہ ہو، محض چند رسمی چیزوں کو تصوف سمجھنا اور اس پر عملدرآمد سے انسان صوفی نہیں بن جاتا بلکہ شریعت پر مکمل طور عملدرآمد ہی کا نام تصوف ہے۔ اس کتاب کا مقصد صوفیائے کرام کے افکار اور اعمال اور ان کے ذکر کا حال احوال بیان کیا جائے تاکہ لوگ حقیقی صوفی اور رسمی صوفی کے فرق کو پہچان سکیں ۔ (۱۹)

آپ کئی بار حج وعمرہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہوئے ۔ مکہ مکرمہ میں کئی سال گزارنے کے بعد آپ بغداد واپس آئے اور یہیں ۶۳۲ ہجری میں وصال فرمایا۔

علم وعمل کے فروغ میں صوفیہ کرام کے اثرات

صوفی، شیخ اور پیر ومرشد کے لیے صاحب علم ہونا بہت ضروری ہے اور علم وعمل دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ صوفی (پیر ومرشد) کو کتاب وسنت کا عالم وعامل ہونا چاہیے تاکہ وہ شریعت وطریقت کی روشنی میں لوگوں کی صحیح راہنمائی کرسکے کیونکہ علم وعمل کے بغیر شریعت وطریقت کی مسند پر بیٹھنے والا لوگوں کی صحیح رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اس لئے صوفیاء کرام نے علم ظاہری وباطنی کے حصول میں اپنی زندگیاں وقف فرمائیں اور ساری زندگی علم وعمل اور شریعت وطریقت پر نہ صرف خود گامزن رہے بلکہ لوگوں کو بھی شریعت وطریقت کا راستہ دکھایا اور انھیں سیدھے راستے کی ہدایت فرمائی۔

صوفیہ کرام نے ہر دور میں رشد وہدایت، شریعت وطریقت اور علم وعرفاں کے وہ چراغ روشن کئے کہ جن کی ضیاء پاشیوں سے اکناف عالم اور قلوب بنی آدم روشن سے روشن تر ہوگئے اور ہزاروں لوگوں نے ایمان وایقان اور علم وعرفاں کی لازوال دولت حاصل کی۔ صرف چند مثالیں پیش خدمت کررہا ہوں۔

○ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۸ ہجری/۱۰۹۵ء میں ۱۸ ربرس کی عمر میں تحصیل علم ومعرفت کی غرض سے بغداد شریف میں جلوہ گر ہوئے اور تادم وفات یہی شہر آپ کی علمی وروحانی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہا۔ آپ نے اپنے وقت کے جید علمائے کرام اور مشائخ کرام سے علوم ظاہری وباطنی حاصل کئے اور حضرت ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور علوم وظاہری وباطنی کی تکمیل کے بعد اصلاح وتبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے اور مسند شریعت اور مسند طریقت دونوں کو بہ یک وقت زینت بخشی اور ساری زندگی مخلوق خدا کو رشد وہدایت کا راستہ دکھاتے رہے۔

اتباع شریعت میں صوفیہ کے اثرات

جو شخص کو اللہ کا مقرب بندہ اور اس کا ولی بننا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے کہ وہ ظاہر وباطن میں قرآن وسنت کی مکمل اتباع کرے کیونکہ دین ودنیا میں کامیابی کا انحصار حضور اکرم ﷺ کی مکمل اتباع میں ہے۔ اولیائے کرام علم وعمل، حسن اخلاق، عبادت وریاضت اور زہد وتقوی کے عظیم پیکر، عجز ونیاز اور فقر واستغناء کا مظہر، صبر واستقامت اور تحمل وتوکل کا مصدر، شانِ درویشی اور بے نیازی سے مزین اور شریعت طریقت کے مثالی محافظ وپاسبان ہوتے ہیں۔

○ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت نے اپنی زندگی میں پچپن (۵۵) حج وعمرے ادا کیے اور آپ نے جب آخری مرتبہ حج ادا کیا تو کعبہ کے دربان کو اپنا نصف مال دے کر بیت اللہ شریف کے اندر رات بسر کرنے کی سعادت سے شرف یاب ہوئے۔ کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہو کر آپ نے آدھا قرآن اپنی ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر پڑھا اور آدھا قرآن دوسری ٹانگ پر کھڑے ہو کر پڑھا۔ پھر اپنے رب تعالیٰ سے یوں دعا کی:

''اے میرے رب! میں نے تیری معرفت کا (اپنی بساط کے مطابق) حق ادا کرنے کی سعی بلیغ کی، جیسا کہ تیری عبادت کا حق ہے سو تو میری خدمت کی کمی کو کمالِ معرفت کی وجہ سے بخش دے''۔ کعبۃ اللہ کے اندر سے آواز آئی کہ تم نے اچھی طرح معرفت حاصل کی اور خدمتِ عبادت میں خلوص کا مظاہرہ کیا، ہم نے تم کو بھی بخش دیا ہے اور قیامت تک جو تمہارے مذہب (حنفی) پر عمل پیرا ہوگا اس کو بھی بخش دیا ہے''۔ (۳۰)

○ علامہ ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''خدا کی بندگی کو لازم پکڑنا شریعت ہے اور اس کی ربوبیت کا مشاہدہ کرنا حقیقت ہے، لہٰذا جو شریعت وطریقت کی تائید کے بغیر ہو وہ مردود (نامقبول) ہے اور جس حقیقت کے ساتھ شریعت کی قید نہ ہو وہ لا حاصل ہے''۔ (۳۱)

○ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تصوف احکام شریعت پر عمل کرنے کی بنیاد ہے۔ ہر صوفی عالم ہوتا ہے لیکن ہر عالم صوفی نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ شریعت احکام کے ظاہری احوال کا نام ہے اور انہی احکام پر دل جمعی کے ساتھ عمل کرنا یہ طریقت ہے اور اس دل جمعی میں مہارت وریاضت کا نام حقیقت ہے۔

○ علامہ قشیری علیہ الرحمہ اپنے رسالہ میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''اگر تم کسی مرد کو صاحب کرامت دیکھو حتی کہ وہ ہوا میں بھی اُڑتا نظر آئے لیکن پھر بھی تم اس پر اعتماد نہ کرو، جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر ونہی میں، احکام الٰہی کی پابندی میں اور شریعت کو ادا کرنے میں تم اس کو کیسا پاتے ہو؟۔ (۳۲)

شیخ عبدالقادر الگیلانی بنیادی طور پر اپنے وقت کے ایک عظیم محدث، مفسر، فقیہ، ادیب، مورخ، مفتی، داعی اسلام، مصلح اور تجدید احیاء دین کے امام تھے اور عبادت الٰہی کے علاوہ اپنے زہد وتقویٰ، صبر ورضا، شکر الٰہی، ایثار علی النفس، توکل علی اللہ جیسی اعلیٰ صفات پر فائز ہو کر مستجاب الدعوات ہو گئے تھے۔ امام غزالی کے خروج بغداد کے بعد ۱۲ویں صدی ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء میں آپ ہی نے علمی وعملی اعتبار سے ارشاد وتلقین کے ذریعے ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس کی اسلامی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے عراق کے مشرق ومغرب یہاں تک جنوبی ایشیاء کے کئی ممالک بالخصوص ہندوستان، پاکستان، ایران، افغانستان، پنجاب، سری لنکا، بنگلا دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا وغیرہ کو بھی اپنی تجدیدی انقلاب سے متاثر کیا۔ مذکورہ علاقوں میں بت پرستی کے علاوہ ہندومت، بدھ مت، عیسائیت وغیرہ کا ہر طرف زور اور دور دورہ تھا اور کئی کئی سال سے یہاں کے عوام ان مذاہب کے زیر اثر تھے۔ آپ نے ان کے گمراہ کن افکار وتعلیمات کو ختم کیا اور ساتھ ہی ان علاقوں میں اسلام کی شمع آپ ہی کی تعلیم وتربیت سے فروزاں ہوئی۔ بلاشبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کے نمائندہ کی حیثیت سے ان علاقوں میں ایک زبردست دینی انقلاب برپا کیا اور ہزاروں آدمیوں نے ان کے دست حق پر بیعت کی۔

واضح رہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ہندوستان وارد ہونے سے پہلے مولانا رضی الدین صنعانی صاحب 'مشارق الانوار' جو فتوحاتِ غوری سے دس قبل بغداد آئے اور یہاں سے فیض پا کر ہندوستان واپس ہو چکے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب جب ہندوستان آئے اس وقت بھی ہندوستان میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کی نو آبادیات موجود تھیں، جہاں اُن کے مدرسے خانقاہیں اور دینی ادارے قائم تھے اور قادری فیضانات جاری ہے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے پرتھوی راج کے عہد میں اجمیر میں اپنی خانقاہ بنا کر تبلیغ واشاعت کا کام زوروں سے شروع کر دیا تھا اور کثیر تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تھے اس لئے تو مورخین نے آپ کو 'نائب رسول اللہ فی الہند' کا خطاب دیا اور آپ سے جو لوگ وابستہ ہوئے انہیں ''چشتی'' کہا گیا اور اس طرح آپ سلسلہ چشتیہ کے بانی کہلائے۔ آپ کی زندگی بہت ہی سادہ

لیکن دلکش تھی۔ ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی و دینی انقلاب کے رہنما کی ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی جس میں بیٹھ کر یہ بندۂ درویش ہندوستان پر حکومت کرتا رہا اور اس نے جو شمع بادِ مخالف کے تند تیز جھونکوں کے درمیان روشن کی تھی اس کو جلائے رکھا اور بعد میں یہی شمع اپنے دو مریدوں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ حمید الدین ناگوری کے سپرد کر دیا اور خود اجمیر میں مقیم رہا۔ جہاں تبلیغ و ارشاد اور تعلیم و تربیت میں مشغول ہو کر اپنی بقیہ زندگی پوری کی۔ افسوس کہ کسی قدیم تاریخی ماخذ میں حضرت کی اُن تبلیغی مساعی کی تفصیلات اور ان کے نتائج و اثرات کا مستند تذکرہ نہیں ملتا۔ عام طور پر اتنا ذکر کیا جاتا ہے کہ کثیر و عظیم تعداد میں بندگانِ خدا نے ان سے ایمان و احسان کی دولت پائی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ ابوالفضل کی آئین اکبری

صفحہ ۳ میں صرف یہ ملتا ہے کہ:

''عزلت گزیں باجمیر شد و فراواں چراغ برافروخت، و از دم گیرائے او گروہا گروہ مردم بہرہ گرفتند''۔

یعنی آپ اجمیر میں عزلت گزیں ہوئے اور اسلام کا چراغ بڑی آب و تاب سے روشن کیا۔ ان کے انفاسِ قدسیہ سے جوق در جوق انسانوں نے ایمان کی دولت پائی۔ تقریباً نصف صدی ارشاد و تلقین، اسلام کی اشاعت اور داعیانِ اسلام و اہلِ قلوب کی تعلیم و تربیت اور یادِ حق میں سرگرمی کے ساتھ مشغول رہ کر ۹۰ سال کی عمر میں ۶۲۷ھ میں اس وقت رحلت فرمائی جب ہندوستان میں ان کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا جڑ پکڑ چکا تھا اور دار الحکومت دہلی میں ان کا جانشین اور تربیت یافتہ شیخ وقت (خواجہ قطب الدین) ارشاد و ہدایت کے کام میں سرگرم ہو چکا تھا۔ (۲۳)

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم و تدریس اور روحانی اصلاح و تربیت کے عظیم کام میں مدت العمر سرگرم عمل رہے۔ آپ نے ایک طرف تو صوفیہ کی اصلاح کی طرف توجہ دی اور دوسری طرف علماء کرام کو بھی ان کا صحیح مقام و مرتبہ بتایا۔ آپ صوفیاء کو دنیاداری سے دین داری کی طرف بلاتے تھے اور ان کو بتاتے تھے کہ کل تم کیا تھے اور آج تم کیا ہو گئے ہو تمہاری کوششوں اور عبادتوں کے مرکز کیوں تبدیل ہو گئے ہیں، تم نے دین کی بجائے دنیا سے کیوں دل لگا لیا تم نے اپنے اعتقادات میں فساد کیوں پیدا کر لیا، صحیح مذہبی جذبہ پیدا کرو کہ وہی سعادت دارین کا ذریعہ ہے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک غیر شرعی فعل (کا ارتکاب کرنا) بندے کو مرتبہ ولایت سے نیچے پھینک دیتا ہے''۔ اور فرماتے ہیں کہ'' جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب و مقرب بن جائے تو اُسے چاہیے کہ وہ ظاہر و باطن میں شریعت مطہرہ کی کامل اتباع کرے''۔ اور فرمایا کہ:'' دین و دنیا میں کامیابی کا انحصار حضور اکرم ﷺ کی مکمل اتباع میں ہے۔ (۲۴)

خلق خدا کی خدمت میں صوفیہ کے اثرات

O شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے دنیا کے تمام خزانوں کا مال اور دولت مل جائے تو میں آن کی آن میں سب مال و دولت فقیروں، مسکینوں اور حاجت مندوں میں کو بانٹ دوں۔۔۔۔۔ اور فرمایا کہ امیروں اور دولت مندوں کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش تو ہر شخص کرتا ہے لیکن حقیقی مسرت اور سعادت انہی کو حاصل ہوتی ہے جن کو مسکینوں کی ہم نشینی کی آرزو رہتی ہے۔

O داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں کہ''ایک مرتبہ میں عراق میں دنیا کو حاصل کرنے اور اسے (حاجت مندوں میں) لٹا دینے میں پوری طرح مشغول تھا، جس کی وجہ سے میں بہت قرض دار ہو گیا جس کسی کو بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی، وہ میری طرف ہی رجوع کرتا اور میں اس فکر میں رہتا کہ سب کی آرزو کیسے پوری کروں۔

اندریں حالات ایک عراقی شیخ نے مجھے لکھا کہ اے عظیم فرزند! اگر ممکن ہو تو دوسروں کی حاجت ضرور پوری کیا کرو مگر سب کیلئے اپنا دل پریشان بھی

نہیں کیا کرو کیوں کہ اللہ رب العلمین ہی حقیقی حاجت روا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے خود ہی کافی ہے''۔(۲۵)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ غرباء اور مساکین کے لیے سراپا رحمت وشفقت کا مجسمہ تھے اور غریبوں سے بے مثال محبت و شفقت کی وجہ سے دنیا آپ کو ''غریب نواز'' کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی اور زہد وقناعت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی خدمت عالیہ میں جو نذرانے پیش کیے جاتے وہ آپ اسی وقت فقراء اور غرباء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ سخاوت وغریب نوازی کا یہ حال تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ آپ بڑے حلیم وبردبار، منکسر المزاج اور بڑے متواضع تھے۔

آپ کے پیش نظر زندگی کا اصل مقصد تبلیغ اسلام اور خدمت خلق تھا۔ آپ کے ملفوظات عالیہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ آپ بڑے وسیع المشرب اور نہایت دردمند انسان تھے۔ آپ عمیق جذبہ انسانیت کے علمبردار تھے۔ آپ اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ وہ اپنے اندر دریا کی مانند سخاوت وفیاضی، سورج ایسی گرم جوشی وشفقت اور زمین ایسی مہمان نوازی اور تواضع پیدا کیا کریں۔

شہباز طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب تونسہ شریف میں مستقل سکونت فرمائی تو اس وقت حالت یہ تھی کہ رہنے کیلئے کوئی مکان نہ تھا، فقط ایک جھونپڑی تھی جس میں آپ فقر وفاقہ سے شغل فرماتے تھے مگر کچھ عرصہ کے بعد جب بڑے بڑے امراء، وزراء، نواب اور جاگیردار آپ کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہونے لگے تو کچھ فتوح (نذرانوں) کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا اور دنیا کی ہر نعمت آپ کے قدموں میں آتی گئی لیکن ان تمام نعمتوں کے باوجود استغناء کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ڈیرہ غازی خان کے آپ کے معتقد ایک نواب صاحب نے درویشوں کیلئے آپ کی خدمت میں اپنی بہت بڑی جاگیر پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ: ہم اس جاگیر کو قبول نہیں کریں گے، کیوں کہ یہ ہمارے مشائخ کی سنت کے خلاف ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کی کہ حضور (اپنے فرزند ارجمند) صاحب زادہ گل محمد صاحب کیلئے قبول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا کہ: ''صاحبزادہ گل محمد کو بھی اس جاگیر کی کوئی ضرورت وحاجت نہیں، اگر وہ درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا رہا تو اس کی خدمت کیلئے مقربان بہ طور خدمت گار مقرر ہوں گے''۔(۲۶)

آستانہ عالیہ سلیمانیہ میں آپ کے لنگر کا اہتمام بہت وسیع تھا، باقاعدگی اور بہترین نظم ونسق کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ ہزاروں طلباء، درویش اور مہمان ومسافر ہر روز لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے علاوہ بھی ضروریات زندگی کی ہر چیز موجود ہوتی تھی اور بیماری کی حالت میں ادویات بھی لنگر سے بلا معاوضہ ملتی تھیں۔ ایک مرتبہ لنگر خانے کے ایک باورچی نے عرض کی کہ: حضور اس مہینہ میں پانچ سو روپیا صرف درویشوں کی دوائی پر خرچ ہو گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اگر پانچ ہزار روپے بھی خرچ ہو جائیں تو مجھے اطلاع نہ دی جائے، درویشوں اور طالب علموں کی جان کے مقابلہ میں روپے پیسے کی کوئی حقیقت نہیں ہے''۔(۲۷)

ایک ولی اللہ کی ظالم بادشاہ کو نصیحت

حضرت شیخ شرف الدین سعدی شیرازی (متوفی ۶۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''ایک ظالم بادشاہ نے ایک اللہ کے بندے سے عرض کی، میرے لیے کون سی عبادت سب سے بہتر ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ: ''دوپہر کو سونا تیرے لیے بہترین عبادت ہے تاکہ اتنی دیر لوگ تیرے ظلم سے بچے رہیں''۔

ترجمہ اشعار: ''ایک ظالم کو میں نے دوپہر کو سوتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا یہ فتنہ ہے اس کا سویا رہنا ہی بہتر ہے جس کی نیند اس کی بیداری سے بہتر ہو اس کا مرنا اس کے جینے سے بہتر ہے''۔(۲۸)

اولیاء اللہ کا صفاتِ خداوندی کا مظہر ہونا

اللہ والوں سے تعلق رکھنا، ان سے عقیدت ومحبت رکھنا، ان کی صحبت اختیار کرنا اوران کے دامن سے وابستہ ہونا یعنی بیعت ہونا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچنے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اللہ والوں والوں سے عداوت ودشمنی رکھنا درحقیقت اللہ سے لڑائی کرنا ہے۔ اولیاء اللہ کو بارگاہِ رب العزت میں کس قدر بلند مقام اور قرب حاصل ہے۔ اس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث قدسی روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے ولی (دوست) سے دشمنی (وعداوت) اختیار کی تو اس کے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے، اگر میرا بندہ (عبادت وریاضت کے ذریعے) میرا قرب حاصل کرنا چاہے تو (فرائض کی ادائیگی کے بعد) اگر میرا بندہ متواتر اور مسلسل نوافل (نفلی عبادت) کے ذریعے میرا قرب حاصل کرے تو آخرکار میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان (قوتِ سامعہ) بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے...... میں اس کی وہ آنکھیں (بینائی) بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے...... اور میں اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے...... اور میں اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے...... اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دیتا ہوں''۔ (۲۹)

مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''اللہ کا ولی فرائض پر دوام اور نوافل پر پابندی کرنے سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوجاتا ہے لیکن بندہ، بندہ ہی رہتا ہے خدا نہیں ہوجاتا جیسے آئینہ میں کسی چیز کا عکس ہو تو آئینہ وہ چیز نہیں بن جاتا بلکہ اس کی صورت کا مظہر ہوجاتا ہے بلاتشبیہ وتمثیل جب بندۂ کامل کی اپنی صفات فنا ہوجاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوجاتا ہے''۔ (۳۰)

حوالہ جات

(۱) مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، صفحہ ۳۴۳ و ۷۵۷، مطبوعہ فیروز سنز کراچی ۲۰۱۴

(۲) سعیدی، علامہ غلام رسول قادری، تفسیر تبیان القرآن، ج ۵، ص ۳۱۹، بحوالہ: المفردات ج ۲، ص ۱۹۴، مطبوعہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

(۳) تفسیر تبیان القرآن، ج ۵ ص ۳۱۶، بحوالہ: شرح المقاصد ج ۵ ص ۷۴۔ ۷۳، مطبوعہ منشورات الرضی ایران ۱۴۰۹ھ

(۴) القرآن، سورۂ یونس: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۳

(۵) جامع البیان: رقم الحدیث: ۱۳۷۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ

(۶) التبریزی شیخ امام ولی الدین ابی عبداللہ عمری، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، رقم الحدیث ۲۰۳، مترجم (ظلیل، مولانا محمد صادق) ص ۱۳۶، مکتبہ دار السعود لاہور، ۱۳ اگست ۱۹۹۹

(۷) چشتی شیخ عبد الرحمن، مرآۃ الاسرار (حصہ اول و دوم مکمل) ص ۲۹۷، (مترجم: مولانا کپتان واحد بخش چشتی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور، جولائی ۲۰۰۶ء

(۸) شافعی، علامہ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان، صفحہ نمبر ۲۳۵، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

(۹) سعیدی، علامہ غلام رسول، تذکرۃ المحدثین، صفحہ ۵۵، ر (بحوالہ تفسیر کبیر: جلد ۱ صفحہ ۲۰۴) فرید بک اسٹال لاہور

(۱۰) ندوی، علامہ سید سلیمان، تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ بحوالہ: البدایہ والنہایہ

(۱۱) نقشبندی مجددی، مولوی ابو البیان محمد داؤد فاروقی، سیرت غوث الاعظم، ص ۲۵۹ تا ۲۶۷، الفیض دار الاشاعت چوک امرتسر پنجاب، انڈیا ۱۹۳۶ء

(۱۲) قدوسی، شیخ محمد اکرم، مترجم (مولانا واحد بخش)، اقتباس الانوار، ص ۳۳۶ تا ۳۴۷، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور ۲۰۰۹ء

(۱۳) مسلم، ابن الحجاج، صحیح مسلم / ابواب العلم، رقم الحدیث ۶۹۳۶، مترجم علامہ وحید الزمان، صفحہ نمبر ۶۹۳، مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور ۲۰۰۳ء

(۱۴) شاہ صاحب، حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ، حضرت مجدد الف ثانی، ص ۱۴۴، ادارہ مجددیہ، ناظم آباد نمبر ۳ کراچی ۱۹۸۹ء

(۱۵) نقشبندی مخدوری، مولانا محمد روح اللہ، سلسلہ نقشبندیہ کی روشن کرنیں، جلد اول، ص نمبر ۲۰۱ تا ۲۰۲، ناشر ایچ ایم کمپنی، پاکستان چوک کراچی ۲۰۰۹ء

(۱۶) القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، اسلامی تربیتی نصاب، جلد ۲، صفحہ ۸۲۶، مطبوعہ منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۵ء

(۱۷) ہزاروی، مولانا عبد العزیز، سفینۃ العارفین، صفحہ نمبر ۲۵۵، مکتب العلم لاہور

(۱۸) جامی، مولانا عبد الرحمن، نفحات الانس، صفحہ نمبر ۳۲۸، مطبوعہ لاہور ۱۳۳۵ھ

(۱۹) سہروردی، خواجہ شہاب الدین، عوارف المعارف، جلد اول صفحہ نمبر ۲۱۲، مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ھ

(۲۰) الخیرات الحسان: صفحہ نمبر ۱۲۲

(۲۱) قشیری، علامہ ابو القاسم، رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر ۱۴

(۲۲) قشیری، علامہ ابو القاسم، رسالہ قشیریہ، صفحہ نمبر ۱۵

(۲۳) سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی کے علمی و فکری اثرات، صفحہ نمبر ۱۵۔ ۱۷، مطبوعہ شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۲۰۰۷ء

(۲۴) چشتی، پروفیسر افتخار احمد، تذکرہ خواجگان تونسوی، صفحہ نمبر ۱۰۲، مطبوعہ چشتیہ اکادمی فیصل آباد ۱۹۸۵ء

(۲۵) ہجویری، سید علی، کشف المحجوب، صفحہ ۱۵۵، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

(۲۶) چشتی، پروفیسر افتخار احمد، تذکرہ خواجگان تونسوی، صفحہ نمبر ۱۰۲

(۲۷) چشتی، پروفیسر افتخار احمد، تذکرہ خواجگان تونسوی، صفحہ نمبر ۱۰۰

(۲۸) قادری، مولانا غلام حسن، گلستان سعدی، مترجم، صفحہ نمبر ۱۳، مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور

(۲۹) البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۵۰۲ / مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۲۲۶۶

(۳۰) تفسیر تبیان القرآن: جلد ۵، ص ۳۱۹، فرید بک اسٹال لاہور

★★★